7

انعام حاصل کرنے کی نسبت انعام قائم رکھنا مشکل ہے

(فرمودہ ۱۲ فروری ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

روحانی امور ایسے پیچیدہ اور نازک ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ بعض بڑی نظر آنے والی باتیں ایسے نتائج پیدا نہیں کرتیں جیسے کہ بعض وقت خفیف سے خفیف باتیں نتائج پیدا کرتی ہیں۔

بڑی بڑی خدمات بعض دفعہ ایک لفظ کے ساتھ ضائع ہو جاتی ہیں۔ اور بعض دفعہ بڑا لمبا کفر ایک فقرہ کے ساتھ دھویا جاتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ کفار مکہ اسلام کے مٹانے میں اس قدر زور خرچ کرتے رہے ہیں کہ کوئی صورت مخالفت کی خالی نہ رہی۔ ہر زمانہ میں نبیوں کے دشمنوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر رسول کریمؐ کی مخالفت میں جو زور لگایا گیا اس سے بڑھ کر انسان کی انسانیت کو مد نظر رکھتے ہوئے مخالفت ممکن نہیں۔

جھوٹ اور نفرت سے انہوں نے پرہیز نہ کیا۔ قتل و غارت سے انہوں نے پرہیز نہ کیا۔ عزت و آبرو برباد کرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ فساد پھیلانے اور جھوٹی روایتوں کے بیان کرنے سے انہوں نے کوئی پرہیز نہ کیا۔ اور جو لوگ نیکی کو قبول کرنا چاہتے تھے ان کو نیکی سے روکنے میں اور جو بدی کو پھیلانا چاہتے تھے ان کی امداد کرنے میں انہوں نے کوئی کمی نہ چھوڑی۔

انہیں لوگوں اور سرداروں میں سے ایک ابو سفیان تھے۔ جو آخر زمانہ تک اسلام کا برابر مقابلہ کرتے رہے۔ اور آخر زمانہ تک رسول کریم کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ اور آپؐ کے خلاف لڑتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ پر حملہ آور ہوتے رہے۔ پھر آپ کے خلاف نہ صرف خود انہوں نے تلوار چلائی۔ بلکہ ان کی بیوی نے بھی تلوار چلانے میں حصہ لیا۔ لیکن نہ معلوم وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو

ایمان لانے پر کھڑا کر دیا۔ اور ان کے کفر کو ایسا دھویا کہ ان کے دو بیٹے اسلام کے بہت بڑے خادم ہوئے۔ ایک بیٹا تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گورنر ہوا اور محض گورنر ہی نہ تھا بلکہ مسلمانوں میں ولی اور بزرگ مانا جاتا تھا۔

دوسرے بیٹے حضرت معاویہؓ تھے۔ جو حضرت علیؓ کے بعد مسند خلافت پر بیٹھے۔ یہ اور بات ہے کہ لوگ ان کی خلافت پر اعتراض کریں مگر بہرحال صحابہؓ نے بعض وجوہات کے باعث ان کی خلافت کو تسلیم کیا اور ان کے متعلق یہی حسن ظنی تھی کہ وہ اسلام کے خادم ہیں۔ اس طرح وہ لوگ جو اسلام کے خلاف تلوار چلاتے رہے تھے۔ ان پر ایسا زمانہ آیا کہ انہیں کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حکومت کی باگ دے دی۔

اس کے مقابلہ میں انصار کی حالت دیکھتے ہیں۔ مکہ سے ہر قبیلہ رسول اللہ ﷺ کو نکالتا ہے۔ مکہ کے اردگرد کی ہمسایہ قومیں ہیں ان کی طرف آپ رخ کرتے ہیں تو وہ آپ کے پتھراؤ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ طائف سے لہولہان ہو کر آپ واپس آتے ہیں۔ حج کے موقعہ پر ایک ایک خیمہ میں جاتے ہیں۔ ان کو تبلیغ کرتے ہیں۔ تو وہ آپ پر ہنستے ہیں کہتے ہیں پاگل ہو گیا لیکن ادھر مدینہ سے حج پر چند آنے والے لوگ سنتے ہیں کہ ایک شخص خدا کی طرف سے آنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں ہمیں اس کی بات سننی چاہئے۔ وہ آپؐ کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ اور آپؐ کی باتیں سنتے ہی معاً آپؐ پر نہ صرف ایمان لاتے ہیں بلکہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے ملک کو اسلام لانے کے لئے تیار کریں گے۔ اگلے سال پھر وہ وعدہ پورا کرتے ہیں کہ اپنے ساتھ اپنے علاقہ کے رؤسا لے کر آتے ہیں اور یہاں تک وہ لوگ آپ کو کہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ مدینہ چلیں اور ہمارے پاس رہیں۔ ہم آپؐ کی حفاظت اور مدد کریں گے۔ اس وعدہ کے ساتھ آپؐ کو اپنے شہر میں لے جاتے ہیں۔ پھر کس شان اور کس وفاداری سے وعدہ پورا کرتے ہیں۔ کوئی دردمند دل ان کے واقعات پڑھ کر بغیر اس کے کہ اس کی آنکھیں پرنم ہو جائیں نہیں رہ سکتا۔

ایک موقعہ پر جبکہ آپ کو مدینہ سے باہر ایک جنگ پر تشریف لے جانا پڑا تو آپ نے مسلمانوں کو اکٹھا کر کے مشورہ لینا چاہا۔ درحقیقت آپ کا منشاء انصار سے مشورہ لینے کا تھا۔ کیونکہ انصار سے پہلے یہ معاہدہ تھا کہ اگر مدینہ پر دشمن حملہ آور ہوگا تو وہ لوگ آپ کی حفاظت اور مدد کریں گے اور مدینہ سے باہر کے لئے یہ معاہدہ نہ تھا۔ اس معاہدہ کے مطابق رسول کریم ﷺ دراصل انصار سے مشورہ لینا چاہتے تھے کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہئے۔ مہاجرین بار بار اٹھ کر آپ کو مشورہ دیتے

لیکن آپ نے فرمایا۔ میں تم سے مشورہ نہیں لینا چاہتا۔ آخر انصار سمجھ گئے کہ ہمیں بلایا جاتا ہے۔ اور ہم سے رسول اللہ ﷺ مشورہ پوچھتے ہیں اس پر ان میں سے ایک نے اٹھ کر کہا۔ کیا آپ کی مراد ہم سے ہے؟ یا رسول اللہ ﷺ وہ معاہدہ تو اس صورت میں تھا۔ جبکہ ابھی ہم آپ کی رسالت کی حقیقت سے ناواقف تھے۔ لیکن اب جب آپ کو خدا کا رسول یقین کر چکے ہیں۔ اور رسالت کی حقیقت سے واقف ہو گئے ہیں۔ تو اب ہمارا وہ وعدہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اب تو یا رسول اللہ اگر آپ فرمائیں گے۔ تو ہم سمندر میں کود پڑیں گے۔ اگر آپ ہمیں دنیا کے دوسرے کنارہ پر لے جانا چاہیں۔ تو ہم وہاں جائیں گے۔ دنیا کی کسی جگہ میں بھی آپ پر اگر کوئی حملہ آور ہو گا تو ہم آپ کے دائیں بھی اور بائیں بھی لڑیں گے۔ اور دشمن آپ تک نہیں پہنچے گا۔ جب تک ہماری لاشوں پر سے نہ گذرے۔ا۔

اس فقرہ پر ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں بارہ غزوات میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ شامل رہا۔ لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ بارہ غزوات میں شامل نہ ہوتا۔ مگر اس دن یہ فقرہ میرے منہ سے نکلتا۔۲۔

اور سنئے عبداللہ بن ابی ابن سلول نے جو منافق تھا۔ ایک موقعہ پر کہا کہ میں جو معزز شخص ہوں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو جو ذلیل انسان ہے۔ مدینہ سے باہر نکال دوں گا۔ یہ بات اس کے بیٹے کو بھی کسی طرح سے پہنچ گئی۔ وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کہتا ہے۔ اس کی سزا اب قتل کے سوا اور کوئی ہو نہیں سکتی۔ اس لئے آپ مجھے حکم دیں کہ میں اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کروں تا ایسا نہ ہو کہ اور کوئی شخص اس کو قتل کرے۔ اور میرا نفس شرارت کرے۔۳۔

یہ وہ قربانیاں تھیں جو انہوں نے کیں۔ انہوں نے اپنے گھر بانٹ دیئے۔ حتیٰ کہ اپنی بیویاں دوسروں کے لئے علیحدہ کر دیں۔ جن کے پاس ایک سے زائد تھیں - یہ وہ ایثار اور قربانی ہے کہ دنیا میں اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔

پھر غزوہ حنین کے موقعہ پر جبکہ بارہ ہزار کا لشکر جرار آپ کے ساتھ تھا۔ بعض کے عجب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ سزا نازل کی کہ لشکر کے پاؤں جنگ میں اکھڑ گئے۔ آپ پر ایسا وقت آیا کہ چار ہزار لشکر کے مقابل آپ کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ انصار کو بلاؤ۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ مہاجرین کو بلاؤ۔ پھر آواز ایسی خطرناک حالت میں جب انصار کو پہنچتی ہے تو وہ آپ کی طرف اس طرح بے اختیار ہو کر دوڑے چلے آتے ہیں کہ اگر ان کے

گھوڑے رکتے ہیں تو ان کی گردن کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ اگر اونٹ چلنے سے رکتے ہیں تو ان کے پاؤں کاٹ دیتے ہیں۔ اور پیادہ لبیک یا رسول اللہ لبیک کہتے ہوئے اس طرح واپس لوٹتے ہیں کہ تھوڑی دیر میں رسول کریم ﷺ کے اردگرد بہت بڑا جتھا اکٹھا ہو جاتا ہے۔۴۔

پھران کے نوجوانوں اور بچوں کا یہ حال تھا کہ بدر کے موقعہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں میرے دل میں کفار کے مظالم کی وجہ سے لڑنے کے لئے بڑا جوش تھا۔ لیکن جب میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ تو دو چھوٹے بچے تھے۔ اور ایسے موقعہ پر بہترین جنگی خدمت وہی کر سکتا ہے۔ جس کے دائیں بائیں تجربہ کار بہادر سپاہی ہوں۔ میں نے سمجھا۔ میں آج کیا لڑوں گا۔ میں یہ خیال ہی کر رہا تھا کہ دائیں طرف سے ایک لڑکے نے مجھے کہنی مار کر اپنی طرف متوجہ کیا اور میرے کان میں کہا تا دوسرا لڑکا نہ سن لے کہ چچا وہ جو ابوجہل رسول اللہ کا بڑا دشمن ہے وہ کہاں ہے۔ میں نے اسے جواب نہیں دیا تھا۔ اور میں خیال کر رہا تھا کہ باوجود میرے بہادر اور تجربہ کار سپاہی ہونے کے میرے دل میں بھی یہ خیال نہیں آیا کہ ابوجہل پر حملہ کروں۔ اسی خیال میں تھا کہ دوسرے لڑکے نے میرے کان میں کہا۔ چچا ابوجہل کہاں ہے۔ میں نے انہیں اشارہ سے بتایا کہ جس کے اردگرد بڑے بڑے سردار ہیں وہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں۔ میری انگلی کا اٹھنا ہی تھا کہ چیل کی طرح جھپٹ کر وہ دونوں صفوں کو چیرتے ہوئے ابوجہل پر جا حملہ آور ہوئے اور اسے اتنا زخمی کر دیا کہ ان زخموں سے وہ مر گیا۔ اس سے ان لوگوں کی قربانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔۵۔

لیکن خدا کی حکمت ہوتی ہے کہ جنگ حنین کے بعد رسول کریم ﷺ نے ایک موقعہ پر مال غنیمت تقسیم کیا۔ اور تقسیم کرتے وقت مکہ کے نومسلموں کو بھی مال دیا۔ اس پر ایک سترہ سالہ انصاری لڑکے کے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا کہ خون تو ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے اور مال رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کو جو آپؐ کے رشتہ دار ہیں دے دیا ہے۔

رسول اللہ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے انصار کو بلایا۔ انصار بھی اس غلطی کو سمجھ گئے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ بات ہماری طرف سے نہ سمجھیں۔ ہم میں سے ایک بیوقوف نے ایسا کہا ہے۔ آپ نے فرمایا اے انصار تم کہہ سکتے ہو کہ ہم نے اس وقت تمہاری مدد کی اور اپنے گھروں میں جگہ دی جب تمہیں قوم دھتکار رہی تھی اور تمہارے لئے اس وقت اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا۔ جب تمہیں قوم دھتکار رہی تھی اور آپ کے لئے اس وقت اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا جبکہ

قوم آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ ہم نے تمہاری اس وقت مدد کی۔ جب تم کو وطن سے نکالا گیا۔ جب آپ کے عزیز رشتہ دار آپ کو مار ڈالنا چاہتے۔ اس وقت ہم نے اپنی جانوں کو قربان کرکے ہر میدان میں تمہاری مدد کی اور تمہارے دشمنوں کو زیر کیا۔

وہ قربانی کرنے والی قوم بھلا کہاں رسول کریم ﷺ کی ان باتوں کو برداشت کر سکتی تھی۔ ان کی چیخیں نکل گئیں۔ اور بار بار کہتے۔ یا رسول اللہ ہم نہیں ایسا کہہ سکتے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ اے انصار سنو۔ تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ محمد رسول اللہ مکہ کا باشندہ تھا۔ مکہ اس کی پیدائش کی جگہ تھی۔ اس لئے مکہ کے حق اس پر بہت تھے۔ خدا نے مکہ میں پھر واپس آنے کے سامان پیدا کر دیئے جب مکہ فتح ہو گیا اور اس کے عزیزوں رشتہ داروں کا بھی اس پر حق تھا کہ اب ان کے پاس رہے لیکن وہ تو مال اور مویشی لے کر اپنی گھروں کو چلے گئے اور تم خدا کا رسول اپنے گھروں میں لے آئے۔ اب اے انصار یاد رکھو۔ اس دنیا میں تم کو بادشاہت نہیں ملے گی۔ اب حوض کوثر پر ہی مجھے ملنا۔۶۔ وہاں تمہاری قربانیوں کے بدلے ملیں گے۔ خدا کی قدرت دیکھو۔ ابو سفیان کے بیٹے بادشاہ ہو جاتے ہیں اور یہ خاندان سینکڑوں سال تک دنیا پر حکومت کرتے ہیں اور بعد میں مغل آتے ہیں۔ پٹھان آتے ہیں۔ صدیوں تک حکومت کرتے ہیں۔ لیکن وہ انصار جن کے خون سے اسلام کا باغ سینچا گیا۔ اس قوم سے ۱۳۰۰ سال تک کوئی بادشاہ نہیں ہوتا۔ کیوں؟ یہی بات ہے جس کی طرف سورہ فاتحہ میں توجہ دلائی گئی ہے۔

دیکھو انعمت علیھم میں داخل ہونا اور انعام لینا بھی بیشک بڑا مشکل ہے۔ لیکن انعام کا قائم رکھنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس لئے انسان کو اپنے دل و دماغ اور اپنی زبان پر قابو رکھنا چاہئے۔ تاکہ اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے۔ جس سے اس کو اور اس کے خاندان اور اس کی قوم کو نقصان پہنچے۔ جب تک ہر وقت انسان اپنے فہم اور تدبر سے کام نہ لیتا رہے۔ اور روزانہ اخلاص میں ترقی نہ کرتا رہے۔ تب تک وہ خطرہ سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔

میرے اس خطبہ میں پہلے مخاطب قادیان والے ہیں۔ پھر باہر کے لوگ۔ اگرچہ اس خطبہ کے محرک باہر کے لوگ ہی ہیں لیکن پھر بھی پہلے مخاطب آپ لوگ ہی ہیں کیونکہ نیک نمونہ دکھانا سب سے پہلے آپ لوگوں کا فرض ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال اور ہمارے قلوب کی اس رنگ میں حفاظت کرے کہ ہم اس کے کسی انعام کی ناقدری کرکے اپنی کسی حرکت سے اس کے غضب کے نیچے نہ آئیں۔

بلکہ اس کے انعامات اور اکرام زیادہ سے زیادہ شان کے ساتھ ہم پر ظاہر ہوں۔

میں چونکہ چند دن کے لئے باہر جانے والا ہوں - اس لئے میرے پیچھے مولوی شیر علی صاحب امیر ہوں گے۔ آپ لوگ نہ صرف ان کی اطاعت ہی کریں بلکہ سلسلہ کے کاموں میں ہر رنگ میں ان سے تعاون بھی کریں۔

(الفضل ۱۹ فروری ۱۹۲۶ء)

۱۔ بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر

۲۔ عمدة القاری شرح بخاری جلد ۱۷ صہ ۸۰

۳۔ ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورہ منافقون

۴۔ بخاری کتاب المغازی غزوہ حنین

۵۔ بخاری کتاب المغازی قتل ابی جہل و مسلم کتاب الجہاد والسیر باب استحقاق القاتل سلب القتیل

۶۔ بخاری کتاب المناقب باب مناقب الانصار